Fikr-o-Nasar (Islamabad) 28:1 (1990)

تبصرۂ کتب

نام کتاب : **دیباچہ ھو المعظم**

مؤلف : پروفیسر غلام نظام الدین

ناشر : وزیر اکیڈیمی. (گجرات سرگودھا روڈ.
بالمقابل ھائی وے ریسٹ ھاؤس)، بھلوال ۔

ایڈیشن : ۱۹۹۰ء، غیر مجلد، سرورق، یک رنگ،
کتابت عمدہ ، طباعت گوارا ۔

صفحات : ۳۲۸

قیمت : ۸۰ روپے

دیباچہ ھو المعظم ان کتابوں میں سے ہے جو بظاھر جاذب نظر نہ سہی، لیکن بباطن فکر انگیز ھوتی ھیں ۔ مصنف نے اس سے قبل ۱۹۷۸ء میں خانقاہ معظمیہ بھلوال کے چار مشائخ کا تذکرہ ھو المعظم کے نام سے لکھا تھا جو اسلامک بک فاؤنڈیشن لاھور نے شائع کیا تھا۔ اس کتاب کے دیباچے میں انھوں نے برصغیر کے سماجی اور خانقاھی نظام کا تجزیہ پیش کیا تھا ۔ اس دیباچے کو اس قدر قبول عام حاصل ھوا کہ مصنف نے اسے الگ سے شائع کرانے کا اھتمام کیا ۔ زیر تبصرہ کتاب اسی دیباچے کا جدید ایڈیشن ہے ۔

خانقاہ معظمیہ چشتی مشائخ کے خانوادوں کی ایک اھم کڑی ہے جس کا سلسلہ پنجاب میں سیال ، پاک پتن، تونسہ اور مہـار کے رابطوں سے خواجہ نظام الدین اولیاء سے جا ملتا ہے۔ یہ خانقاہ خواجہ شمس الدین سیالوی کے خلیفہ خواجہ معظم الدین مرولوی (۱۸۳۲ ۔

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

۱۹۰۷) کے نام سے منسوب ہے۔ ان بزرگوں کے حالات و واقعات مصنف نے **ھوالمعظم** میں جمع کئے ھیں ۔ مصنف خود بھی اسی خانوادہ اور خانقاہ سے تعلق رکھتے ھیں ۔ موجودہ جانشین جناب رفیع الدین آپ کے بھائی ھیں ۔

دیباچہ ھو المعظم کے دو مضامین ,,پاکستانی سوسائٹی ،، (ص ۲۹ ۔ ۷۱) اور ,,تجدید عظمت،، (۷۲۔ ۱٦٦) **ھوالمعظم** میں بھی شامل تھے البتہ جدید ایڈیشن میں ان پر نظرثانی کی گئی ہے۔ نیا اضافہ ,,فوز المبین (کذا) خانقاہ معظمیہ کا اصلاحی منشور،، (ص ۱٦۷ ۔ ۲۹٦) ہے جو خانقاہ معظمیہ کی تاریخ اور پاکستان کے خانقاھی نظام کے تجزیاتی مطالعہ کے لئے بے حد مفید ھیں ۔

اگرچہ مصنف کا اسلوب محققین کے لئے غیر مانوس ھوگا لیکن تاریخ، بشریات اور سماجیات کے طالب علموں ، خصوصاً خانقاھی نظام پر تحقیق کرنے والوں کے لئے یہ کتاب گدڑی میں لعل رکھتی ہے۔

پاکستانی سوسائٹی کا تجزیہ کرتے وقت مصنف نے یہ منہاجی اصول دیا ہے کہ کسی معاشرے کے تجزیے کے لئے اس کے تین پہلوؤں کا مطالعہ کرنا ضروری ہے : مذھب ، معاش اور معاد۔ ان تینوں کا ایک دوسرے سے گہرا تعلق ہے۔ ان کے نزدیک مذھب کسی جامد تصور کا نام نہیں بلکہ مذھب اور سوسائٹی دونوں ایک ادارے یا درخت کی طرح ارتقاء اور انحطاط سے اثر پذیر ھوتے ھیں (ص ۳۰) ,,مذھب اگر مشیت کا پیرھن ھوتا تو یہ بھی لازوال ھوتا ،، (ص ۳۱) ۔ پاکستانی سوسائٹی کے مذھبی رجحانات کا تجزیہ کرتے ھوئے وہ اس نتیجے پر پہنچتے ھیں کہ فکری انتشار اور بے یقینی کی کیفیت کے ساتھ فرقہ واریت زور پکڑ رھی ہے۔ معاشی مصروفیت عام مسلمان کو مذھب کے مطالعہ کا وقت نہیں دے پاتی ، مذھبی پیشوا عوام کی

مذہب سے اس عدم واقفیت سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور اصول کی بجائے فروعی مسائل میں الجھا کر تعصب اور خانہ جنگی کی فضا قائم کئے رکھتے ہیں کیونکہ ,,پیشواؤں کے لئے تو یہی چیز فائدہ مند ہو سکتی ہے " (ص ۴۷) ۔

معاش کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ پاکستان میں اول روز سے ایک خاص عنصر سرکاری وسائل آمدن پر متصرف ہوکر معاشرتی اور معاشی ناانصافیوں کے فروغ کا باعث بنا ، ملک میں صرف دو طبقے رہ گئے : انتہائی امیر اور انتہائی غریب ۔ (ص ۵۱) ۔ ساٹھ کی آخری دہائی تک زراعت کا فرسودہ نظام جاری تھا ۔ زرعی اصلاحات ہوئیں لیکن سیاسی مفاد پرستی نے مزارع اور زمیندار کو دو متحارب طبقوں میں بانٹ دیا ۔ (ص ۵۳) ۔

پاکستانی معاشرے کا جو معاشی تجزیہ مصنف نے پیش کیا ہے اس سے ان کے مشاہدے کی گہرائی کا پتہ چلتا ہے ۔ مثلاً پاکستانی گھرانوں کی روز افزوں غربت کی وجوہات میں انہوں نے مندرجہ ذیل امور بھی گنوائے ہیں : لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم پر طویل عرصہ تک والدین کی جانب سے وسیع اخراجات (جبکہ دیگر ممالک میں بنیادی تعلیم کے بعد کے اخراجات طلبہ اپنی کمائی سے ادا کرتے ہیں) ان اخراجات کو پورا کرنے کیلئے خوراک کے معیار میں کمی، جس سے صحت کے مسائل، دیسی کے مقابلے میں انگریزی طریق علاج کی کئی گنا گرانی، زمانۂ تعلیم کی طوالت کی وجہ سے شادیوں میں تاخیر، ان عوامل سے نہ صرف معاشرے میں کمانے والے افراد کی کمی اور نہ کمانے والے افراد کی تعداد میں اضافہ ہوا بلکہ اجتماعی اخلاق پر بھی برے اثرات پڑے (ص ۵۳) ۔

پاکستانی سوسائٹی کے مجموعی تجزیے کے بعد مصنف اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ان معاشرتی ناہمواریوں کی وجہ سے نوجوان نسل نے

ایک متوازی نظام اخلاق اختیار کیا ہے۔ جو اعمال و افکار پر کسی قسم کی پابندی قبول کرنے کے لئے تیار نہیں اور مذہبی میدان میں خدا کے عفو و درگذر پر زور دیتا ہے۔ معاد کے مستقبل سے مایوس ہوکر اسی دنیا میں جنت کی خوشیاں حاصل کرنا چاھتا ہے۔ علماء نے عذاب اور تادیب و تنبیہ والی آیات واحادیث کی تبلیغ شروع کرکے مذہبی تھانیداری کا ہولناک منصب سنبھال لیا ہے۔ ,,مشائخ سستے داموں جنت اور علماء مفت میں دوزخ کے پروانے جاری کرنے لگے،، (ص ٦٥)۔

,,تجدید عظمت،، میں مصنف نے خانقاھوں کے مسائل کا جائزہ لیا ہے۔ ان کی رائے میں خانقاھی نظام کاروباری انداز اختیار کر گیا ہے جس میں اس کی عظمت رفتہ جو درویش خانہ کی حیثیت سے قائم تھی ختم ہو چکی ہے اوقاف نے نجی ملکیت کی حیثیت اختیار کر لی ہے۔ انھوں نے خانقاھی نظام کی خرابیوں کی نشاندھی کرتے ہوئے شیخ و مرید میں فرق مراتب اور عدم مساوات کا خاص طور پر ذکر کیا ہے جس میں خدمت ، نذرانے اور ھدیے یکطرفہ ھیں۔ شیخ ہمیشہ مخدوم اور مرید ہمیشہ خادم۔سنت مشائخ کو سنت رسولؐ کے برابر درجہ دیکر اسی طرح پابندی کی جاتی ہے۔ خلافت عطا کرتے وقت مرید کے روحانی اکتسابات کی بجائے اس کی تعلقات عامہ کی مہارت کو دیکھا جاتا ہے۔

مصنف نے ,,سجادہ نشین ،، اور جانشین،، کی خانقاھی اصطلاحوں کا تجزیہ کرتے ہوئے تجویز کیا ہے کہ موجودہ گدی نشینوں کو سجادہ نشین کی بجائے جانشین کہا جائے کیونکہ سجادہ نشینی روحانی جانشینی ہے جو درحقیقت لطیفہ غیبی اور ودیعت نورانی ہے۔ البتہ جانشین ایک انتظامی عہدہ ہے جو معاشرتی حالات سے وابستہ ہے۔

خانقاہ معظمیہ کے موجودہ جانشین جناب رفیع الدین جنھوں نے دینی اور روحانی تربیت کے ساتھ عربی اور اسلامیات میں ایم اے بھی کیا ہے ان کی تجویز پر مصنف نے اس خانقاہ کے نظام کا تجزیہ اور اس کی اصلاح کے لئے تجاویز پیش کیں جو اس کتاب کے تیسرے حصے ,, فوز المبین،، (کذا) میں درج ھیں ۔ ان میں جانشین کو انتظامی امور میں ایک نگران کمیٹی کا پابند کیا گیا ہے اور خانقاہ کو وصول ہونے والے نذرانوں اور تحائف کو جانشین کے ذاتی تصرف سے نکال کر خانقاہ کے مذہبی فنڈ کا حصہ بنا دیا گیا ہے ۔ ان تجاویز کی بنیاد پر ایک حلف نامہ ترتیب دے کر اس پر موجودہ جانشین کے دستخط لئے گئے ھیں ۔ اس حلف نامہ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ کسی مرید سے مالی یا سیاسی فائدے کے لئے فرمائش نہیں کی جائے گی اور نہ ھی مذہب کو روٹی کمانے کا ذریعہ بنایا جائے گا ۔

خانقاھی نظام کے تجزیے اور اس کی اصلاح میں جس پیش رفت کا نقشہ اس کتاب سے ابھرتا ہے وہ واقعی خوش آئند ہے اور ھماری دعا ہے کہ اس کے اثرات دوسرے مذہبی اداروں پر بھی پڑیں تاکہ دین کی بے لوث خدمت کا زمانہ ایک مرتبہ پھر لوٹ آئے ۔

آخر میں ھم مصنف کے اسلوب اور فکری ارتقا کے حوالے سے یہ کہنا چاھیں گے کہ **ھو المعظم** کا مطالعہ کرتے وقت مشائخ ایک ماورائی مخلوق نظر آتے ھیں جو اپنے مریدوں کو عمر بھر جانوروں کی رکھوالی میں مصروف رکھتے ھیں تاھم ان کی حفاظت کے لئے میلوں کے فاصلے سے ایک ٹھیکرا پھینک کر شیر کو مار ڈالتے ھیں ۔ اس **دیباچہ** میں وہ مشائخ کی اس سنت پر سخت تنقید کرتے ھیں کہ وہ مریدوں کی روحانی تربیت کی بجائے ان سے ذاتی کام لیتے ھیں ۔ **ھوالمعظم** میں وہ بزرگوں کی ,,سنت مشائخ،، کی پابندی کو محبت کی ادا بتاتے

هیں - دیباچه میں اسے خانقاهی نظام کی ایک خرابی گنواتے هیں - دیباچه میں ان کا اسلوب اکثر طنزیه ہے بلکه بسا اوقات تو طنز کا یه تیز نشتر اس انداز سے استعمال کرتے هیں که جراحت کی بجائے مایوسانه غیظ و غضب کا گمان هونے لگتا ہے -

هو المعظم (۱۹۷۸ء) سے **دیباچه هو المعظم** (۱۹۹۰ء) تک جناب غلام نظام الدین نے مه و سال کے ساتھ ساتھ ایک فکری سفر بھی کیا ہے - یه سفر ان کی ذات کا بھی ہے اور خانقاه معظمیه میں بدلتے هوئے نظام کا بھی -

(ڈاکٹر محمد خالد مسعود)